اکائی - 2 خبر اور اس کی اغراض وانواع

اکائی کے اجزاء

2.1 مقصد

2.2 تمہید

2.3 خبر اور انشاء

معلومات کی جانچ

2.4 خبر

2.4.1 خبر کی تعریف

2.4.2 تعریف کی تشریح

2.4.3 صدق خبر اور کذب خبر میں اختلاف

معلومات کی جانچ

2.5 جملہ کے دو ارکان

2.5.1 محکوم علیہ اور محکوم بہ

2.5.2 جملہ اسمیہ

2.5.3 جملہ فعلیہ

2.5.4 جملہ کی قیود

معلومات کی جانچ

2.6 خبر کے مقاصد

2.6.1 خبر کے بنیادی مقاصد

2.6.2 خبر کے دیگر مقاصد

معلومات کی جانچ

2.7 خبر کی اقسام

معلومات کی جانچ

2.8 خبر کی مؤکدات

2.8.1 إنّ، لام ابتداء، أمّا الشرطية، سین

2.8.2 قد، إنّما، ضمیر فصل، قسم، نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ، نفی کی تکرار

2.8.3 حروف زائدہ وحروف تنبیہ

معلومات کی جانچ

2.9 مخاطب کی حالت کے برعکس گفتگو

معلومات کی جانچ

2.10 خلاصہ

2.11 نمونے کے امتحانی سوالات

2.12 سفارش کردہ کتابیں

2.1 مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ یہ سمجھ سکیں گے کہ ماہرین علم المعانی کے مطابق کلام کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہوتی ہیں: خبر اور انشاء، انشاء کی بحث کے لیے ایک اکائی مستقل طور پر آرہی ہے، جبکہ اس اکائی میں یہ بتایا جائے گا کہ خبر کی تعریف کیا ہے، بلاغت کے اعتبار سے اس کے مقاصد کیا ہیں، اس کی اقسام کیا ہیں، خبریہ جملوں میں تاکید کیوں اور کیسے پیدا کی جاتی ہے، تاکید کے لیے کون سے معاون الفاظ عربی زبان میں استعمال ہوتے ہیں، ان کے استعمال کا کیا طریقہ ہے، اور کن مواقع پر ان کو استعمال کرنا ہے۔

2.2 تمہید

عزیز طلبہ! اس اکائی آپ میں علم المعانی کی ایک اہم بحث ''خبر'' کا مطالعہ کریں گے، اس کی تفہیم کے لیے ابتدا میں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ عام طور سے جب کوئی خبریہ جملہ بولنے والا اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو مخاطب کو اس سے کوئی نئی بات معلوم ہوتی ہے جو اب تک معلوم نہ تھی، جیسے: میں نے یہ کتاب پڑھ لی، یا خبر کی شکل میں کسی سوال کا جواب ہوتا ہے، جیسے یہ سوال کیا جائے کہ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو آپ کہیں میری رائے یہ ہے اور پھر آگے اپنی رائے کا ذکر کریں، اگر خبر واقعہ کے مطابق ہو تو خبر دینے والے کو سچا اور اگر واقعہ کے خلاف ہو تو اسے جھوٹا کہا جاتا ہے، اگر کسی جملہ کی بنیاد پر کسی متکلم کی طرف سچ یا جھوٹ کی نسبت ممکن نہ ہو تو پھر وہ خبر نہیں، وہ انشاء ہے جیسے: یہ کام کرو، یہ مت کرو، کاش میں یہ کر پاتا وغیرہ، انشاء کی بحث علیحدہ اکائی میں آرہی ہے، اس اکائی میں خبر، اس کے مقاصد اور اس کی اقسام کے تذکرہ کے ساتھ یہ بھی بیان ہوگا کہ خبر کب کس طرح دی

جاتی ہے، کہاں تاکید کے بغیر بات کہی جاتی ہے، کن مواقع پر تاکید پیدا کرنا درست ہے، اور کہاں تاکید پیدا کرنا ضروری ہے، یعنی کسی خبریہ جملہ کے بلاغت کے معیار پر آنے کے لیے اس میں کن اصولوں کی رعایت ضروری ہے۔

2.3 خبر اور انشاء

ہر وہ کلام جو ہم بولتے ہیں تو دو میں سے ایک بات ہوتی ہے، یا تو ہم کسی بات کو ثابت کرتے ہیں، اور ماضی میں کسی ہو جانے والے کام کی خبر دیتے ہیں، یا ایسی بات کرتے ہیں جو ابھی نہیں ہوئی، اور ہم اس کے کرنے کا یا تو مطالبہ کرتے ہیں، یا اس سے منع کرتے ہیں، یا اس کی تمنا کرتے ہیں، یا اس کے بارے میں استفسار کرتے ہیں، یا اس کو آواز دیتے ہیں۔

اس میں پہلی قسم ''خبر'' کہلاتی ہے، مثلاً اگر ہم کہتے ہیں: ''**حرقت مكتبة الإسكندرية قبل عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه**'' (کتب خانہ اسکندریہ حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت سے پہلے نذر آتش کر دیا گیا) تو ہم ایک خبر کو مؤکد طور پر بیان کرتے ہیں تاکہ ان لوگوں کی تردید کر سکیں جو یہ غلط دعوی کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کتب خانہ اسکندریہ کو جلانے کا حکم دیا تھا۔

یا جب ہم یہ کہتے ہیں: ''**البلاغة العربية عربية في أصولها**'' (عربی بلاغت اپنی اصل کے اعتبار سے بھی عربی ہے) تو ہم ان لوگوں کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو یہ غلط دعویٰ کرتے ہیں کہ عربی بلاغت یونانی، فارسی اور ہندوستانی بلاغت کا معجون مرکب ہے۔

اسی طرح اگر ہم یہ کہیں: ''**المشكلات الاقتصادية في بلادنا ليست ناشئة عن كثرة السكان**'' (ہمارے ملک کی معاشی مشکلات آبادی کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہیں) تو ہم ایک خبر دے رہے ہیں اور ایک حقیقت کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

اور یہ تمام خبریں ایسی ہیں جن میں اس بات کا امکان موجود ہے کہ بعض لوگ ان کی بالکلیہ نفی کر دیں یا اس کے کچھ حصہ کی نفی کر دیں۔

لیکن جب میں شوقی کا یہ مصرع پڑھتا ہوں:

قم للمعلم وفِّهِ التبجيلا (معلم کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اس کی بھرپور عزت کرو)

یا یہ کہ:

لا تنه عن خلق وتأتيَ مثله (ایسی بات سے منع مت کرو جسے تم خود کرتے ہو)

ان مصرعوں میں کہیں کسی ماضی میں ہونے والے واقعہ کی خبر نہیں؛ بلکہ یہ ایک طرح کا قول ہے، جس میں ایک جگہ امر ہے، ایک جگہ نہی ہے۔

یا قرآن کی اس آیت ﴿**يا ليت قومي يعلمون**﴾ (یٰس: 26) (کاش میری قوم جان پاتی!) میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی طرف سچ یا جھوٹ کی نسبت کی جا سکے، ایسے جملوں کو انشاء کہتے ہیں۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ خبر وہ ہے جس میں سچ اور جھوٹ کا احتمال ہو اور انشاء وہ ہے جس میں سچ اور جھوٹ کا احتمال نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ ہر کلام یا تو خبر ہوگا یا انشاء، اور خبر وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اس کلام میں سچا ہے یا جھوٹا ہے، جیسے: **ذهب حامد** (حامد گیا) اور **خالد مسافر** (خالد سفر پر ہے)، اور انشاء وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو یہ کہنا صحیح نہ ہو یعنی سچا ہے یا جھوٹا، جیسے: ''**سافِر يا خالد**'' (اے خالد سفر کرو) یا ''**اذهب يا حامد**'' (اے حامد جاؤ)۔

معلومات کی جانچ

1- خبر اور انشاء میں کیا فرق ہے؟

2- خبر کسے کہتے ہیں؟ دو مثالوں کے ساتھ جواب دیں۔

3- انشاء کسے کہتے ہیں؟ دو مثالوں سے سمجھائیں۔

2.4 خبر

2.4.1 خبر کی تعریف

"الخبر ما يصح أن يقال لقائله أنه صادق فيه أو كاذب، فإن كان الكلام مطابقا للواقع كان قائله صادقاً، وإن كان غير مطابق له كان قائله كاذبا" (خبر وہ ہے جس کے قائل کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اپنی خبر میں سچا ہے یا جھوٹا ہے، اگر کلام واقعہ کے مطابق ہو تو اس کے قائل کو سچا اور اگر واقعہ کے خلاف ہو تو اس کے قائل کو جھوٹا کہا جائے گا)۔

مثالیں: الأرض تدور حول الشمس (زمین سورج کے ارد گرد گردش کرتی ہے)، طلعتِ الشمس (سورج طلوع ہو گیا)، نزل الغيث (بارش ہوئی)، بعث الله محمداً رسولاً (اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا)، سيأتي الدجال في آخر الزمان (دجال آخری زمانہ میں آئے گا)، سينزل عيسى ويقتل الدجال (عیسی کا نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کر دیں گے)، ﴿سنلقي في قلوب الذين كفروا الرعب﴾ (آل عمران: 151) (عنقریب کفر کرنے والوں کے دلوں میں ہم رعب ڈال دیں گے)، ﴿وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض﴾ (النور: 55) (اللہ تعالی نے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور بالضرور ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا)، ﴿والكافرون لهم عذاب شديد﴾ (الشوریٰ 26) (کفر کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے)۔

2.4.2 تعریف کی تشریح

بلاغت کے ماہرین کی رائے ہے کہ کسی خبر کے سچ اور جھوٹ ہونے کا احتمال خبر کے اعتبار سے ہوتا ہے، خبر دینے والے یا صورتحال کے اعتبار سے نہیں ہوتا، اس لیے کہ اگر ہم خبر پر سچ یا جھوٹ کا حکم لگاتے وقت خبر دینے والے کو دیکھنے لگیں یا اس پس منظر کو دیکھنے لگیں جس میں وہ بات کہی گئی ہو تو ہم پائیں گے کہ کچھ خبریں ایسی ہوتی ہیں جن کی صداقت سو فیصد ہوتی ہے اس میں جھوٹ کا ادنیٰ احتمال نہیں ہوتا اور بعض بالکل جھوٹی ہوتی ہیں، اس کا سچ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

چنانچہ ایسی خوبیاں جن کا سچ ہونا یقینی اور قطعی ہے اور اس میں جھوٹ کا ادنیٰ احتمال بھی نہیں وہ اللہ تعالی کی دی ہوئی خبریں ہیں، یعنی وہ تمام خبریں جو اللہ کی طرف سے آئی ہوں یا اس کے رسول کی طرف سے آئی ہوں، اور ثابت ہوں کہ اس کے رسول کی طرف سے ہی ہیں، ان کا سچ ہونا یقینی ہے، یا کوئی بدیہی بات ہو، یا ایک کائناتی حقیقت ہو، جیسے: "السماء فوقنا" (آسمان ہمارے اوپر ہے) و "الأرض تحتنا" (زمین ہمارے نیچے ہے) و "ماء البحر مالح" (سمندر کا پانی کھارا ہے) و "ماء النهر عذب" (نہر کا پانی میٹھا ہے) وغیرہ۔

اسی طرح ایسی خبریں بہت سی ہوسکتی ہیں جن کا جھوٹ ہونا یقینی ہو اور ان میں سچ کا شائبہ بھی نہیں ہوتا، مثلاً کوئی بات بدیہیات یعنی بالکل واضح اور ظاہر باتوں کے بالکل خلاف کہی جائے، جیسے: "الجزء أكبر من الكل" (جزو کل سے بڑا ہوتا ہے) یا "الأسبوع خمسة أيام" (ہفتہ پانچ دن کا ہے) یا ایسی خبریں جن میں حقائق کو ان کے بالکل برعکس بیان کیا گیا ہو، جیسے: "الأمانة رذيلة، والخيانة فضيلة" (امانت بری عادت ہے اور خیانت اچھی عادت ہے)۔

لیکن یہ خبریں جن کا سچ یا جھوٹا ہونا بالکل یقینی ہے اگر ہم ان کو خبروں کی حیثیت سے دیکھیں، قائل یا پس منظر کو نہ دیکھیں تو دوسری خبروں کی طرح ان میں بھی سچ اور جھوٹ کا احتمال پیدا ہو جائے گا، مثلاً آسمان ہمارے اوپر ہے، اگر ایک کائناتی حقیقت کے طور پر ہمیں نہ معلوم ہوتا تو اس میں بھی دونوں باتوں کا احتمال موجود ہوتا؛ چوں کہ خبر اپنے جملہ ہونے کے اعتبار سے ایسی چیز ہوتی ہے جس کی طرف جھوٹ یا سچ کی نسبت کی جاسکتی ہے۔

یا یہ کہہ لیجیے کہ بلاغت کے ماہرین نے خبر کے بارے میں یہ کہا کہ جس کے سچ اور جھوٹ کا احتمال ہو؛ لیکن اللہ تعالی کے قول کا سچ ہونا یقینی ہے، اور مثلاً مسیلمہ کذاب کے قول کا جھوٹ ہونا یقینی ہے، صرف احتمال نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قائل کے اعتبار سے نہیں طے کیا جائے گا؛ بلکہ یہ دیکھا جائے کہ فی نفسہ اس جملہ کو سچ یا جھوٹ کے دائرہ میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں۔

2.4.3 صدق خبر اور کذب خبر میں اختلاف

جمہور کا مذہب:

جمہور کے نزدیک صدق خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ خبر واقعہ کے مطابق ہو، اور کذب خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ واقعہ کے مطابق نہ ہو، جیسے **الولد قائم** (لڑکا کھڑا ہے)، اگر واقع میں لڑکا کھڑا ہے تو یہ صدق خبر ہے، اور اگر واقع میں ایسا نہیں ہے تو یہ کذب خبر ہے۔

نظّام معتزلی کا مذہب:

نظّام معتزلی کے نزدیک خبر اگر مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہے تو اگر چہ مخبر کا اعتقاد غلط ہی کیوں نہ ہو یہ صدق خبر ہے اور اگر خبر مخبر کے اعتقاد کے مطابق نہ ہو تو یہ کذب خبر ہے، جیسے اگر کسی نے کہا: "السماء تحتنا" اور وہ آسمان کے نیچے ہونے کا اعتقاد بھی رکھتا ہے تو یہ صدق خبر کہلائے گا، اگر چہ اس کا اعتقاد غلط اور واقع کے خلاف ہے؛ لیکن جمہور کے نزدیک یہ خبر کاذب ہے؛ کیوں کہ واقعہ کے خلاف ہے۔

جاحظ کا مذہب:

جاحظ کے نزدیک خبر اگر واقعہ کے مطابق ہو اور مخبر اس بات کا اعتقاد بھی رکھتا ہو کہ یہ خبر واقعہ کے مطابق ہے تو یہ صدق خبر ہے، اور اگر خبر واقعہ کے مطابق نہ ہو اور ساتھ ہی مخبر کا اعتقاد بھی ہو کہ یہ خبر واقع کے مطابق نہیں ہے تو یہ کذب خبر ہے۔

معلومات کی جانچ

1- خبر کی تعریف کیجئے، اور پانچ مثالیں دیجئے۔

2- کسی خبر کی طرف سچ یا جھوٹ کی نسبت کا کیا مطلب ہے؟

3- صدق خبر اور کذب خبر میں کیا اختلاف ہے؟

2.5 جملہ کے دو ارکان

2.5.1 محکوم علیہ اور محکوم بہ

علماء بلاغت کہتے ہیں:''لكل جملة من جمل الخبر ركنان: محكوم عليه و محكوم به، ويسمى الأول مسنداً إليه، و الثاني مسنداً، وما زاد على ذلك غير المضاف إليه و الصلة فهو قيد''۔اس کی تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

خبر کے ہر جملہ میں دو رکن ہوتے ہیں:

(1) محکوم علیہ، اور اسے ''مسند الیہ'' بھی کہتے ہیں۔

(2) محکوم بہ، جسے ''مسند'' بھی کہتے ہیں۔

چنانچہ جب ہم کہتے ہیں: ''سافر صديق'' (صدیق نے سفر کیا) اور ''الناجح مسرور'' (کامیاب ہونے والا خوش ہے) تو پہلے جملہ میں جس کی طرف سفر کی نسبت کی گئی ہے وہ صدیق ہے، اور صدیق کے بارے میں جو حکم لگایا گیا ہے یا اس کی طرف جس بات کی نسبت کی گئی ہے وہ سفر کرنے کا عمل ہے، تو صديق ''محکوم علیہ'' یا ''مسند الیہ'' کہلائے گا، اور سافر ''محکوم بہ یا مسند''۔

اسی طرح دوسرے جملہ یعنی ''الناجح مسرور'' کا حال ہے، کہ اس کے دو رکن ہیں: ''الناجح'' اور ''مسرور'' جس پر خوش ہونے کا حکم لگایا گیا ہے یا جس کی طرف خوش ہونے کی نسبت کی گئی ہے وہ ناجح (کامیاب) ہے، اور ناجح کے لیے جو حکم لگایا گیا ہے یا اس کی طرف جس چیز کی نسبت کی گئی ہے وہ سرور یعنی خوش ہونے کا عمل ہے، اس طرح ناجح ''محکوم علیہ'' یا ''مسند الیہ'' ہے، اور مسرور ''محکوم بہ'' یا ''مسند'' ہے۔

عام طور سے ''مسند الیہ'' فاعل یا نائب فاعل ہوتا ہے، یا ایسا مبتدا ہوتا ہے جس کی خبر ہو، یا ایسا کلمہ ہوتا ہے جس کی اصل مبتدا ہوتی ہے، جیسے کـان اور اس کے اخوات کا اسم، اور ''مسند'' فعل تام ہوتا ہے، یا ایسا مبتدا جو اپنے مرفوع پر اکتفا کرنے والا ہو، یا مبتدا کی خبر، یا ایسا کلمہ جس کی اصل مبتدا کی خبر ہو، جیسے کان اور اس کے اخوات کی خبر وغیرہ۔

2.5.2 جملہ اسمیہ

گذشتہ دونوں جملوں سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ خبر یا تو جملہ اسمیہ کی شکل میں ہوگی یا جملہ فعلیہ کی شکل میں، جملہ اسمیہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے کسی چیز کے لیے کسی دوسری چیز کے ثابت ہونے کا فائدہ دیتا ہے، تو مثلاً ''الـناجح مسرور'' کا جملہ صرف یہ فائدہ دے رہا ہے کہ ناجح کو خوشی حاصل ہو رہی ہے، یا اس کے لیے خوشی ثابت ہو رہی ہے، اس میں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ یہ عارضی عمل ہے یا اس میں دوام ہے۔

لیکن جملہ اسمیہ میں کبھی کبھی ایسے قرائن اور دلالتیں ہوتی ہیں جو اس کو اس کی اصل وضع سے نکال کر اس کے اندر دوام اور استمرار کے معنی پیدا کر دیتی ہیں، خاص طور سے اس وقت جب کلام معرض مدح یا معرض ذم میں ہو، مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿إن الأبـرار لـفي نعيم وإن الفجار لفي جحيم﴾ (الانفطار :14-13) (اس میں کوئی شک نہیں کہ نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے اور اس میں بھی شک نہیں کہ بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہوں گے) تو پہلا جملہ تعریف کرنے کے لیے لایا گیا ہے اور دوسرا جملہ مذمت کرنے کے لیے، اور مدح و ذم دونوں قرائن ہیں؛ چنانچہ یہ دونوں جملے اپنی اصل وضع یعنی ثبوت کا معنی دینے کے ساتھ دوام اور استمرار کے معنی دے رہے ہیں، یعنی نیکوکار لوگ ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والی نعمتوں میں رہیں گے اور بدکار لوگ ہمیشہ ہمیش کی جہنم میں رہیں گے۔

اس سلسلہ میں ایک ضروری بات اور یاد رکھیں کہ جملہ اسمیہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے ثبوت کے یا قرائن کی بنیاد پر دوام اور استمرار کے معنی اسی وقت دیتا ہے جب اس کی خبر مفرد یا جملہ اسمیہ ہو، اگر اس کی خبر جملہ فعلیہ کی شکل میں ہو تو وہ تجدد کا فائدہ دیتا ہے، جیسے آپ کہیں: "**الدولة تكرّم العاملين**" (حکومت کام کرنے والوں کو اکرامیہ دیتی ہے) تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حکومت کا یہ اکرام ایک ضابطہ کے تحت بار بار ہوتا رہتا ہے، اور اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

2.5.3 جملہ فعلیہ

جہاں تک جملہ فعلیہ کا تعلق ہے تو وہ اصلاً اس مقصد سے وضع کیا گیا ہے کہ کسی خاص متعین زمانہ میں کسی کام کے وجود میں آنے کی خبر دے، مثلاً آپ کہتے ہیں: "**عاد الغريب إلى وطنه**" (اجنبی اپنے وطن لوٹ آیا) یا "**يعود الغريب إلى وطنه**" (اجنبی اپنے وطن لوٹ آئے گا) یا "**سيعود الغريب إلى وطنه**" (اجنبی عنقریب اپنے وطن لوٹ آئے گا) پہلے جملہ سے سننے والا فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ کام زمانۂ ماضی میں ہوا ہے، اور دوسرے جملہ سے یہ کہ ابھی حال میں یا زمانۂ مستقبل میں ہونے والا ہے، اور تیسرے جملہ سے یہ کہ یہ کام مستقبل قریب میں ہونے والا ہے۔
کبھی قرائن کی بنیاد پر جملہ فعلیہ استمرار اور تجدد کو بتاتا ہے کہ یہ کام بار بار ہوتا رہتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے، جیسے متنبّی سیف الدولہ کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے:

على قدر أهل العزم تأتي العزائمُ

وتأتي على قدر الكرام المكارمُ

(عزم والوں کی ہمت کے بقدر بڑے بڑے کام وجود میں آتے ہیں، اور اہل کرم کی سخاوت کے بقدر کارنامے وجود میں آتے ہیں)
یہاں تعریف کے سیاق میں اس بات کا ذکر یہ بتا رہا ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ہمت کے بقدر کام وجود میں آتے ہیں اور آتے رہیں گے۔

2.5.4 جملہ کی قیود

ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ خبر یہ جملہ کے دو رکن ہوتے ہیں: مسند الیہ اور مسند، ان کے علاوہ جو بھی مضاف الیہ اور موصول کے صلہ کے علاوہ ہوگا وہ جملہ کی قیود میں شمار کیا جائے گا، جملہ کی قیود یہ ہیں:

(1) ادوات شرط۔

(2) ادوات نفی۔

(3) مفاعیل خمسہ۔

(4) حال۔

(5) تمیز۔

(6) افعال ناسخہ۔

(7) چار توابع: صفت، عطف، تاکید اور بدل۔

اسی لیے علماء معانی جملہ کی دو قسمیں کرتے ہیں، مرکزی جملہ، غیر مرکزی جملہ، پہلا جملہ مستقل ہوتا ہے جو کسی دوسرے جملہ کی قید کے لیے نہیں

آتا، اور دوسرا جملہ مستقل بالذات نہیں ہوتا؛ بلکہ کسی دوسرے جملہ کی قید کے لیے آتا ہے۔

معلومات کی جانچ

1- محکوم علیہ یا محکوم بہ کسے کہتے ہیں؟ دو مثالوں سے سمجھائیں۔

2- خبر کن جملوں کی شکل میں آتی ہے، مثالوں سے واضح کریں۔

3- مرکزی جملہ اور غیر مرکزی جملہ کی وضاحت کریں۔

2.6 خبر کے مقاصد

2.6.1 خبر کے بنیادی مقاصد

علماء بلاغت کہتے ہیں:"**الأصل أن يلقى الخبر لأحد غرضين:**

(1)إفادة المخاطب الحكم الذي تضمنه الجملة، ويسمى ذلك الحكم "فائدة الخبر".

(2) إفادة المخاطب أن المتكلم عالم بالحكم، ويسمى ذلك "لازم الفائدة".

یعنی اصل میں خبر کے دو مقاصد ہوتے ہیں:

1۔مخاطب کو اس حکم سے واقف کرانا جو جملہ یا عبارت میں پوشیدہ ہے، اور اس حکم کو "**فائدة الخبر**"(خبر کا فائدہ) کہتے ہیں۔

2۔مخاطب کو اس بات سے واقف کرانا کہ متکلم حکم سے واقف ہے، اور اس کو"**لازم الفائدة**"(فائدہ کا لازمی جزو) کہتے ہیں۔

تو پہلا مقصد جسے اہل بلاغت "**فائدة الخبر**" کہتے ہیں ان خبروں کی شکل میں حاصل ہوتا ہے جن کے ذریعہ متکلم یہ چاہتا ہے کہ اپنے مخاطب کو کسی ایسی بات یا باتوں سے واقف کرائے جو وہ نہیں جانتا، یا ان خبروں کی شکل میں یہ مقصد حاصل ہوتا ہے جو حقائق سے متعلق ہوتی ہیں، اور یہ حقائق مختلف علوم وفنون کی کتابوں میں بیان کیے جاتے ہیں، یا وہ علمی اور سائنسی حقائق جو طلبہ کے سامنے بیان کئے جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک تاریخی واقعہ کے بطور ہم بیان کرتے ہیں، ابوالفداء کہتے ہیں:

"أسلم معاوية بن سفيان مع أبيه عام الفتح، واستكتبه النبي ﷺ، واستعمله عمر على الشام أربع سنين من خلافته، وأقرّه عثمان مدة خلافته نحو اثنتي عشرة سنة، وتغلّب على الشام، فكان أميراً وملكاً على الشام نحو أربعين سنة، وكان حليماً حازماً، داهية عالماً بسياسة الملك، وكان حلمه قاهراً لغضبه، وجوده غالباً على منعه، يصل ولا يقطع" (كتاب المختصر في أخبار البشر لأبي الفداء، ج:2،ص103)

(معاویہ بن سفیان اپنے والد کے ساتھ فتح مکہ کے سال اسلام لائے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو کاتب وحی بنایا، حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی خلافت کے چار سال شام کا عامل (گورنر) بنائے رکھا، حضرت عثمانؓ نے ان کو اپنی پوری مدت خلافت میں یعنی تقریباً بارہ سال اسی عہدہ پر برقرار رکھا، انہوں نے شام پر غلبہ حاصل کیا، اور تقریباً چالیس سال شام کے امیر اور بادشاہ بنے رہے، بردبار اور دانشمند تھے، صاحب بصیرت اور ملک کی سیاست کے واقف کار تھے، ان کی بردباری ان کے غضب پر اور سخاوت بخل پر غالب تھی، صلہ رحمی کرتے تھے، قطع رحمی نہیں کرتے تھے)۔

اس جیسی خبر کا مقصد مخاطب کو پہلے اموی خلیفہ کے سلسلہ میں کچھ تاریخی حقائق سے واقف کرانا ہے، یعنی اس خبر کا مقصد "فائدة الخبر" ہے۔

خبر کا دوسرا فائدہ جس کو اہل بلاغت "لازم الفائدة" کہتے ہیں، جس کا مطلب آپ جیسا کہ پہلے جان چکے ہیں کہ متکلم اس کے ذریعہ اپنے مخاطب کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ متکلم خبر کے حکم یعنی اس کے مضمون سے واقف ہے، اور درج ذیل مثالوں سے اس کی مزید وضاحت ہوسکتی ہے:

1. "إنک لتکظم الغیظ وتحلم عند الغضب، وتعفو مع القدرة، وتصفح عن الزلة، وتستجیب لنداء المستغیث بک" (آپ غصہ پی جاتے ہیں، حصہ کے وقت بردباری سے کام لیتے ہیں، قدرت کے باوجود معاف کردیتے ہیں، لغزش سے درگذر کرتے ہیں اور مدد چاہنے والے کی دادرسی کرتے ہیں)۔

اس مثال میں جتنی باتیں متکلم نے کہی ہیں ان سے مخاطب کو کسی نئی بات سے واقف کرانا نہیں چاہتا، وہ ان سے پہلے سے واقف ہے، صرف وہ مخاطب کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں بھی ان باتوں سے واقف ہوں۔

2. "إنک لتغضب سریعاً، ولا تحسن إلی الآخرین، ولا تملک علی نفسک عند الغضب".

(تم بہت جلد ناراض ہوجاتے ہو، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے اور غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو نہیں کرپاتے)۔

ان دونوں مثالوں سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصد اس خبر سے واقفیت ہے جس کی نسبت مخاطب کی طرف کی جارہی ہے، اور یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ اس طرح کے جملوں کا استعمال کسی کی تعریف کرنے یا اس کی خامیاں بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

2.6.2 خبر کے دیگر مقاصد

جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ کبھی کسی خبر کا مقصد کوئی نئی بات بتانی ہوتی ہے جیسے یہ کہ "اورنگ زیب ایک عادل بادشاہ تھا"، اور کبھی متکلم یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں اس سے واقف ہوں جیسے یہ کہنا کہ "پہلے آپ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں پڑھتے تھے" اس کا مقصد مخاطب کو کسی نئی بات سے واقف کرانا نہیں بلکہ قرینہ سے معلوم ہورہا ہے کہ متکلم مخاطب کو اپنی واقفیت کی خبر دے رہا ہے یعنی مجھے آپ کے بارے میں یہ معلومات ہیں۔

کلام اپنی اصل وضع کے اعتبار سے انہیں دو مقاصد کے لیے ہوتا ہے یا تو مخاطب کو کسی نئی بات سے واقف کرانا یا اسے اپنی واقفیت کی اطلاع دینا لیکن ان کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ایک نئے معنی بھی مراد ہوتے ہیں جو سیاق سے سمجھے جاتے ہیں، غالب کا شعر ہے:

جب مے کدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

حالی نے لکھا ہے: "اس شعر میں از راہِ تہذیب اس کام کا ذکر نہیں کیا جس کے کرنے کے لیے مسجد و مدرسہ و خانقاہ کو مساوی قرار دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ مے کدہ جہاں حریفوں کے ساتھ شراب پینے کا لطف تھا جب وہی چھٹ گیا تو سب جگہ پی لینی برابر ہے، مسجد وغیرہ کی تخصیص از راہِ شوخی کی گئی ہے، اور شراب پینے کی تصریح نہ کرنا مقتضائے بلاغت ہے"۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہورہا ہے کہ اس شعر کی خوبصورتی ان چیزوں کے دم سے ہے جو شعر میں بیان نہیں ہوئیں، لیکن اس سے ظاہر ہوتی ہیں یا جن کی طرف شعر میں مبہم اشارے ملتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد دیکھیں کہ خبر ان دو مقاصد کے علاوہ جن دیگر مقاصد کے لیے لائی جاتی ہے ان میں سے چند مقاصد یہ ہیں:

1. **الاسترحام** (خبر کے ذریعہ اشارۃ رحم کی درخواست) جیسے: "**ارتکبتُ جرماً کبیراً وأرید عفوک**" (میں نے بڑا جرم کیا ہے اور میں آپ کی معافی چاہتا ہوں)۔

اور جیسے موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: ﴿**رب إني لما أنزلت إلي من خیر فقیر**﴾ (**القصص: 24**) (اے میرے پروردگار! آپ مجھے جو بھی نعمت بھیج دیں میں اس کا محتاج ہوں)۔

اب اس مثال میں جو خبر ہے، وہ "**فائدۃ الخبر**" یا "**لازم الفائدۃ**" کے لیے نہیں ہے، کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ فرما رہے ہیں کہ آپ میرے پاس جو بھی اچھی چیز اتاریں گے میں اس کا محتاج ہوں، یہ خبر مہربانی طلب کرنے کے لیے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خبر دینے کے لیے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔

2. **إظهار الضعف** (کمزوری اور عاجزی کا اظہار) جیسے: ﴿**رب إني وهن العظم مني واشتعل الرأس شيبا**﴾ (**مريم: 4**) (اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، اور میرے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں)۔

اب یہاں پر بھی حضرت زکریا علیہ السلام اپنی کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خبر دے رہے ہیں۔

3. **إظهار التحسر** (افسوس کا اظہار) جیسے: "**بكيتك يا صديقي بدمع عيني**" (اے میرے دوست! میں تم پر آنسوؤں سے رویا)۔

اور جیسے عمران کی بیوی کا قول ہے:

﴿**رب إني وضعتها أنثى والله أعلم بما وضعت**﴾ (**آل عمران: 36**) (اے میرے پروردگار! مجھے تو لڑکی پیدا ہوئی، اور جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ اس سے خوب واقف تھے)۔

کیوں کہ ان کی بیوی یہ چاہتی تھیں کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو؛ لیکن ان کی آرزو کے خلاف ہوا، اس لیے انہوں نے یہ جملہ بول کر افسوس کا اظہار کیا ہے نہ کہ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کو خبر دینا تھا۔

4. **الفخر** (فخر و مباہات) جیسے ابو فراس حمدانی کا یہ شعر:

ومكارمي عدد النجوم ومنزلي

مأوى الكرام ومنزل الأضياف

(میرے کارنامے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں، اور میرا گھر شرفاء کا ٹھکانہ اور مہمانوں کا گھر ہے)۔

5. **الحث على السعي والجد** (کوشش اور محنت پر آمادہ کرنا) جیسے:

وليس أخو الحاجات من بات نائماً

ولكن أخوها من يبيت على وجل

(ضرورت مند وہ نہیں جو ساری رات سوتا رہے، ضرورت مند وہ ہے کہ جس کی راتیں خوف وہراس میں کٹتی ہوں)

6. إظهار الفرح بمُقبِلٍ والشماتة بمُدبِرٍ:

کبھی خبر ذکر کی جاتی ہے اچھی چیز کے مل جانے اور بری چیز کے چلے جانے پر، جیسے: ﴿جاء الحق وزهق الباطل﴾ (الإسراء: 81)

حق سے مراد اسلام اور باطل سے مراد کفر وشرک ہے، حق کے آنے سے مسلمانوں کو خوشی ہوئی اور باطل کے چلے جانے سے بھی مسلمانوں کو خوشی حاصل ہوئی۔

7. إظهار السرور:

اور کبھی خبر خوشی کے اظہار کے لیے آتی ہے، جیسے: "أخذت جائزة التقدم"، اس مثال میں متکلم کا مخاطب کو خبر دینا مقصود نہیں بلکہ اول آنے پر انعام کے حصول کو ظاہر کرنے کے وقت جو خوشی حاصل ہوتی ہے اسے ظاہر کرنا ہے، اس شخص کے سامنے جو اس کو جانتا ہو؛ لیکن جب مخاطب اس بات کو نہ جانتا ہو تو پھر اس کو خبر دینا ہے۔

8. التوبيخ:

اور کبھی خبر زجر وتوبیخ کے لیے بھی آتی ہے، جیسے کسی گرنے والے شخص کو کہنا: "الشمس طالعة" اس مثال سے متکلم کا یہ مقصد نہیں کہ مخاطب کو پتہ نہیں کہ سورج نکلا ہوا ہے کہ نہیں؛ بلکہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ سورج نکلا ہوا ہے اور دن صاف روشن ہے پھر بھی تو گر گیا ہے۔

معلومات کی جانچ

1- "فائدة الخبر" (خبر کا فائدہ) کسے کہتے ہیں؟ مثالوں سے تفہیم کریں۔

2- "لازم الفائدة" (فائدہ کا لازمی جزو) کسے کہتے ہیں؟ مثالوں سے سمجھائیں۔

3- خبر کے اور دیگر مقاصد کیا کیا ہیں؟ لکھیں۔

2.7 خبر کی اقسام

خبر کا مقصد خواہ "فائدة الخبر" ہو یا "لازم الفائدة" ہو یا کچھ اور، وہ صرف ایک ہی شکل میں نہیں آتی، بلکہ صاحب خبر کو چاہیے کہ وہ خبر دیتے وقت اپنے مخاطب کی رعایت کرے، اور اس طرح اپنی خبر کو دوسروں تک پہنچائے جو موقع ومحل کے بالکل مطابق ہو، اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہ ہو۔

خبر کے حکم یعنی مضمون کے اعتبار سے مخاطب کی تین قسمیں ہیں:

1۔ایک تو یہ کہ مخاطب بالکل خالی الذہن ہو، اور اس صورت میں خبر سادہ انداز سے بغیر کسی تاکید کے دے دی جاتی ہے، خبر کی اس قسم کو "ابتدائی" کہتے ہیں۔

2۔دوسری صورت یہ ہے کہ مخاطب کو خبر کے حکم یعنی مضمون کے بارے میں شک ہو، اور اس سلسلہ میں وہ یقین کی کیفیت چاہتا ہے، وراس

وقت متکلم کے لیے بہتر ہوتا ہے کہ وہ تاکید کے ساتھ اپنی بات کہے تاکہ مخاطب کو قائل کر سکے اور یقین شک کی جگہ لے سکے، خبر کی اس قسم کو ''طلبی'' کہتے ہیں۔

3۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مخاطب خبر کے حکم یا مضمون کا صاف انکار کرنے والا ہو، اس حالت میں متکلم کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مخاطب کو قائل کرنے کی کوشش کرے اور جس درجہ کا انکار ہوگا اسی درجہ تاکید بڑھتی جائے گی، اور خبر کی اس قسم کو ''انکاری'' کہتے ہیں۔

خبر ابتدائی میں کسی تاکیدی لفظ کی ضرورت نہیں، جیسے: "**المطر نازل**" (بارش ہو رہی ہے)۔

خبر طلبی میں ایک تاکید کافی ہے، جیسے: "**إن المطر نازل**" (بے شک بارش ہو رہی ہے)۔

خبر انکاری میں دو یا تین تاکیدی الفاظ ہوتے ہیں یا ان کا ہونا ضروری ہے، جیسے: "**إن المطر لنازل**" (بے شک ضرور بارش ہو رہی ہے) یا "**والله إن المطر لنازل**" (بخدا بلا شبہ ضرور بارش ہو رہی ہے)۔

خبر انکاری میں تاکید کے لیے ایک لفظ کافی نہیں، ایک سے زیادہ الفاظ ہونا ضروری ہے، تاکہ مخاطب یقین کر سکے۔

خلاصہ یہ کہ معانی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر مخاطب کو اس کے مطابق بات کہی جائے، اگر مخاطب کو صرف واقف کرانا ہے تو سادہ انداز میں خبر دیتے ہیں، جیسے: "**أخوک حضر**" (آپ کے بھائی حاضر ہو گئے ہیں)۔

مخاطب اپنے بھائی کی آمد سے واقف نہیں تھا، بس اس کو خبر دے دی گئی، اس میں کسی تاکید کی ضرورت نہیں، ہاں اگر اس کو تردد ہے تو بہتر ہے کہ تاکید کے ساتھ کہا جائے؛ لیکن ضروری نہیں کہ اس خبر کو تاکید کے ساتھ پیش کیا جائے، یعنی اس طرح کہہ سکتے ہیں: "**إن أخاک حضر**" (بے شک تمہارا بھائی آ گیا)۔

اور جب وہ ماننے کو تیار نہ ہو کہ وہ آیا ہے تو مزید تاکید کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس حالت میں آپ اگر تاکید نہیں کرتے تو معانی کے اعتبار سے آپ کا کلام بلاغت کے معیار پر پورا نہیں اترتا؛ چنانچہ تاکید در تاکید ضروری ہے، یعنی پھر اس طرح کہنا ضروری ہے: "**والله إن أخاک حضر**" (خدا کی قسم تمہارا بھائی آ گیا) اور جس قدر اس کا انکار بڑھتا جائے گا اسی قدر آپ کی تاکید میں اضافہ ہونا ضروری ہے۔

آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ اگر خبر میں کوئی تاکید نہ ہو تو وہ ''خبر ابتدائی'' ہے، اور اگر ایک تاکید ہے تو وہ ''خبر طلبی'' ہے اور اگر ایک سے زیادہ تاکید ہو تو وہ ''خبر انکاری'' ہے۔

معلومات کی جانچ:

1- خبر کے اعتبار سے مخاطب کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟ وضاحت کریں۔

2- خبر ابتدائی اور خبر طلبی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ لکھئے۔

3- خبر انکاری کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ تحریر کیجئے۔

2.8 خبر کی مؤکدات

وہ ادوات جن سے خبر کو مؤکد کیا جاتا ہے بہت سے ہیں، ان میں سے مشہور اور زیادہ استعمال ہونے والے درج ذیل ہیں:

إنّ،لام ابتداء، أمّا الشرطية ،سین ،قد ،ضمیر فصل ،قسم ،نون تاکید ثقیلہ ،نون تاکید خفیفہ ،حروف زائدہ ،حروف تنبیہ ،ہم آسانی کے لیے ان کو تین حصوں میں تقسیم کرکے بیان کرتے ہیں:

2.8.1 إنّ،لام ابتداء، أمّا الشرطية،سین

1- ''إنّ'': ہمزہ پر کسرہ اور نون پر تشدید، یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے،اس کا کام یا فائدہ جملہ یا خبر کے مضمون کو مؤید کرنا ہے،مثلاً اگر کوئی کہے کہ:

''**إن الحياة كفاح**'' (زندگی ایک جہاد ہے) یہ دو مرتبہ جملہ کو دوہرانے کے قائم مقام ہے؛لیکن ''**إن الحياة جهاد**'' دو مرتبہ ''**الحياة كفاح**'' ''**الحياة كفاح**'' کہنے کے مقابلہ میں مختصر ہے،اور مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ تاکید کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے،اس پر اگر آپ لام داخل کردیں اور کہیں:''**إن الحياة لكفاح**'' (بے شک زندگی انتہک محنت کا نام ہے) تو تاکید کے معنی اور بڑھ گئے،اور گویا''**الحياة كفاح**'' کو تین مرتبہ دوہرانے کے برابر ہو گیا، جملہ مختصر بھی ہو گیا اور تاکید در تاکید کا فائدہ بھی حاصل ہو گیا،اس لیے یہ جملہ بلاغت کے معیار پر بھی پورا اترا؛چوں کہ بلاغت کی بنیاد اختصار ہے۔

قرآن کریم میں اس کی متعدد مثالیں ہیں:﴿**إن الله غفور رحيم**﴾(**البقرة :173**) (بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے) اور ﴿**إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين**﴾(**الإسراء: 27**) (بے شک فضول کرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں) وغیرہ۔

احادیث رسول میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں:''**إن الدين يسرٌ**'' (بے شک دین آسان ہے) اور''**إن في الجسد لمضغة**'' (بے شک جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے) وغیرہ۔

اشعار میں دیکھیں تو اس کی ایک مثال یہ ہو سکتی ہے:

إن التي زعمت فؤادَک ملَّها
خُلِقت هواک كما خلقت هوى لها

(اب تک جس محبوب کا یہ دعوی ہے کہ تمہارا دل اس سے اکتا گیا ہے ایسا نہیں ہے؛ بلکہ اسے تمہارے لیے محبوب بنایا گیا ہے، جیسے تم اس کے لیے محبوب بنائے گئے ہو،یعنی وہ تم سے محبت کرتی ہے جیسے تم اس سے محبت کرتے ہو)۔

2- ''لام ابتداء'': اس کو''**لام مُزَحْلَقَه**'' بھی کہتے ہیں،اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ مضمون کی تاکید کرتا ہے،مبتدا پر داخل ہوتا ہے، جیسے: ''**لأنت خيرمن عرفتُ**'' (جن لوگوں سے میں واقف ہوئی ان میں تم سب سے بہتر ہو) اور خبر پر بھی داخل ہوتا ہے، جیسے:﴿**إن ربي لسميع الدعاء**﴾(**ابراهيم: 39**) (بے شک میرا رب ضرور دعائیں سننے والا ہے)، یا جیسے: ﴿**وإنهم لكاذبون**﴾(**المؤمنون: 90**) (بیشک وہ بالکل جھوٹے ہیں)،اسی طرح اس مضارع پر بھی جو إنّ کی خبر کے طور پر واقع ہو؛چوں کہ اس صورت میں اسم کے مشابہ ہوتا ہے، جیسے:﴿**إنّ ربک ليحكم بينهم**﴾(**النحل: 124**) (بے شک تمہارا رب ضرور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا) حرف پر بھی یہ لام تاکید داخل ہوتا ہے، جیسے:﴿**وإنک لعلى خلق عظيم**﴾(**القلم: 4**) (اور بے شک آپ بہت بلند اخلاق پر فائز ہیں)۔

3-''أمّا الشرطية'': (ہمزہ پر فتحہ اور میم پر تشدید کے ساتھ)، یہ حرف حرف تفصیل اور حرف تاکید مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے، جیسے:﴿**إن الله لا يستحيي أ ن يضرب مثلاً ما بعوضة فما فوقها،فأما الذين آمنوا فيعلمون أنه الحق من ربهم،وأما الذين**

كفروا فيقولون ماذا أراد الله بهذا مثلا﴾(البقرة: 26) (یقیناً اللہ کو اس سے عار نہیں کہ مچھر یا اس سے بھی کسی گئی گذری چیز کی مثال دے، جو لوگ صاحب ایمان ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال بالکل برمحل ہے اور جو لوگ کفر اختیار کیے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کا کیا مقصود ہے)، اسی طرح شاعر کا یہ قول:

ولم أر كالمعروف أمّا مذاقه

فحلوٌ ، و أمّا وجهه فجميل

(میں نے معروف یعنی کار خیر کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی، جہاں تک اس کے ذائقہ کا تعلق ہے تو وہ شیریں ہوتا ہے، یعنی اس کے اثرات بہت دوررس ہوتے ہیں اور اس کا چہرہ خوبصورت ہوتا ہے، یعنی ظاہر میں بھی وہ ایک بہت اچھی چیز ہے)۔

کلام میں "أمّا" کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے مضمون کو مزید تقویت بخشتا ہے، مثلاً ایک جملہ جس کو آپ سادہ انداز سے اس طرح کہتے ہیں: "زيدٌ ذاهبٌ" (زید جانے والا ہے)، لیکن اسی کو جب تاکید کے ساتھ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ جا ہی رہا ہے اور جانا طے ہے تو اس طرح کہتے ہیں: "أمّا زيدٌ فذاهبٌ" (جہاں تک زید کا تعلق ہے تو وہ جانے ہی والا ہے)۔

4- "سین": یہ حرف مضارع کے ساتھ خاص ہے، اور جب یہ مضارع پر آتا ہے تو اس کو مستقبل کے لیے خاص کر دیتا ہے، اور سین جب کسی مضارع پر داخل ہوتا ہے تو یہ فائدہ دیتا ہے کہ یقینی طور پر وہ کام ضرور ہوگا، جیسے: ﴿أولئك سيرحمهم الله﴾(التوبة: 71) (یہی وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ تعالی ضرور رحم فرمائیں گے) اور ﴿سيصلى ناراً ذات لهب﴾(المسد: 3) (وہ عنقریب شعلہ والی آگ میں داخل ہوگا)۔

2.8.2 قد، إنّما، ضمیر فصل، قسم، نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ، نفی کی تکرار

5- "قد": **"قد"** تحقیق کے لیے آتا ہے، جیسے: ﴿قد أفلح المؤمنون الذين هم في صلاتهم خاشعون﴾(المؤمنون: 2-1) (بے شک وہ اہل ایمان کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں) قد یہاں اس جملہ میں اپنے مضمون کی تاکید کر رہا ہے، یعنی نماز میں خشوع اختیار کرنے والے اہل ایمان کی کامیابی لامحالہ ہوگی۔

6- "إنّما": "إنّما" بھی تاکید کے لیے آتا ہے، جیسے: "إنما البخل الشقاء، إنما السعادة الرضا". (بلاشبہ بخل بدبختی اور سخاوت سعادت کی بات ہے)۔

7- "ضمیر فصل": یہ عام طور سے ضمیر مرفوع منفصل ہوتی ہے، اور یہ ضمیر خبر اور صفت کے درمیان فرق کرنے کے لیے لائی جاتی ہے، جیسے: "محمد هو النبي" اس لیے کہ اگر یہاں اس جملہ میں ضمیر نہ لاتے اور "محمد النبي" کہتے تو "النبي" کو محمد کی صفت قرار دیا جاتا ہے، جب ہم ضمیر منفصل لے آئے تو یہ بات طے ہوگئی کہ "النبي" محمد کی خبر ہے، صفت نہیں، اور ساتھ ہی تاکید کا فائدہ بھی حاصل ہو رہا ہے، اس لیے اس کو ادوات تاکید میں شمار کرتے ہیں۔

8- "قسم": اور قسم کے حروف یہ ہیں: باء، واؤ اور تاء، باء قسم میں اصل حرف ہے، جو اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، جیسے: **أقسم بالله، و أقسم بك.**

واؤ صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے، ضمیر پر نہیں، جیسے: **أقسم والله**، اور تاء صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر داخل ہوتی ہے، جیسے: ﴿تالله

لأكيدن أصنا كم﴾(الأنبياء:57) (خدا کی قسم جب تم چلے جاؤ گے تو تمہارے بتوں کے ساتھ ضرور ایک تدبیر کروں گا)۔

اور وہ حروف جو مقسم علیہ (جواب قسم یعنی وہ چیز جس کے لیے قسم کھائی جا رہی ہے) پر داخل ہوتے ہیں چار ہیں: لام، إنّ، ما اور لا۔

تو اگر مقسم علیہ جسے جواب قسم بھی کہتے ہیں، مثبت ہو تو وہ حروف جو اس جواب قسم پر داخل ہوتے ہیں وہ ہیں: ''لام'' اور ''إن''، جیسے: ''والله لَموت شريف خيرٌ من حياة ذليلة'' (بخدا شریفانہ موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے) اور جیسے: ﴿والعصر إن الإنسان لفي خسر﴾(العصر:2-1)۔

اور اگر مقسم علیہ یا جواب قسم منفی ہو تو اس پر جو حروف داخل ہوئے وہ ہیں: ''ما'' اور ''لام'' جیسے: ''والله ما العمل اليدوي مهانة'' (بخدا محنت مزدوری کا کام ذلت کا کام نہیں) اور جیسے: ''والله لا قصّرت في القيام بواجبي'' (بخدا میں نے اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی)۔

قسم ان تمام شکلوں میں تاکید کی ہی ایک صورت ہے، اس لیے اہل بلاغت نے اس کو خبر کے مؤکدات میں شمار کیا ہے۔

9- ''نون تاکید ثقیلہ'' اور ''نون تاکید خفیفہ'': یہ دونوں مضارع پر بعض شرطوں کے ساتھ داخل ہوتے ہیں، اور امر پر بھی ان کو لانا درست ہے، قرآن کی اس آیت میں دونوں نون جمع ہو گیے ہیں: ﴿ولئن لم يفعل ما آمره ليسجنن وليكوناً من الصاغرين﴾(يوسف : 32) (اور میں جس بات کا حکم دے رہی ہوں اگر اس نے وہ کام نہیں کیا تو یقیناً قید میں ڈالا جائے گا اور بے عزت ہو کر رہے گا)۔

10- نفی کی تکرار: نفی کو مکرر استعمال کرنا جیسے: ''لا، لا أرضى بالذل'' (نہیں، میں ذلت پر راضی نہیں ہوں گا)۔

اور جیسا کہ شاعر نے کہا:

لا، لا أبوح بحب ّبثنة إنها
أخذت عليّ مواثقاً وعهوداً

(نہیں، میں بثینہ کی محبت کا راز فاش نہیں کر سکتا، اس نے مجھ سے عہد و پیمان لے رکھا ہے)۔

2.8.3 حروف زائدہ وحروف تنبیہ

11- ''حروف زائدہ'': حروف زائدہ یہ ہیں: إنْ (ہمزہ پر کسرہ اور نون کے جزم کے ساتھ) اور أنْ (ہمزہ پر فتحہ اور نون کے جزم کے ساتھ) ما، لا، باء اور مِن، اور ان حروف کو بڑھانے کے یہ معنی نہیں کہ یہ بے معنی ہیں، بلکہ ان کا اضافہ ایک طرح کی تاکید کے لیے ہی ہوتا ہے۔

-''إنْ''، جیسے: ''ما إنْ قبلت ضَيماً'' (میں نے بالکل بھی ظلم برداشت نہیں کیا) یعنی: ''ما قبلت ضيماً'' إنْ داخل کر کے اس سے پہلے والے حرف نفی ''ما'' کی تاکید میں اضافہ کر دیا گیا۔

-''أنْ'' کو بھی کلام کی تاکید کے لیے بڑھایا جاتا ہے اور یہ ''لمّا'' پر داخل ہوتا ہے، جیسے: ﴿فلمّا أن جاء البشير ألقاه على وجهه فارتد بصيرا﴾ (يوسف: 96) (پھر جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا اور اس نے (یوسف کا کرتا) ان کے چہرے پر ڈال دیا تو فوراً ہی آنکھوں کی روشنی واپس آ گئی) مراد ہے: ''فلمّا جاء البشير''.

-''ما'' کلام میں صرف تاکید کے لیے بڑھایا جاتا ہے، قرآن مجید میں بھی اس کا استعمال کثرت سے ہوا ہے، اور عربوں کے شعر و نثر میں بھی

اس کا استعمال موجود ہے، قرآن مجید میں ہے: ﴿ولا یأب الشهداء إذا ما دعوا﴾ (البقرة: 282) (اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب بلائے جایا کریں)، اس میں "ما" زائدہ ہے، اسی طرح ﴿فإما تثقفنهم في الحرب﴾ (الأنفال: 57) (تو اگر لڑائی میں آپ ان پر قابو پائیں) اس آیت میں بھی "إن" تو حرف شرط ہے جو اس جملہ کو آگے آنے والے جملہ سے مربوط کرتا ہے؛ لیکن "ما" زائدہ ہے، اور اس کا مقصد اس ربط میں مزید تاکید پیدا کرنا ہے، ایسی جگہوں پر "ما" کے معنی "نہیں"، یا "جو"، یا "جس" وغیرہ میں سے کچھ نہیں ہوتے، بلکہ اس کا کوئی ترجمہ نہیں ہوتا۔

اور عام لوگوں کے کلام سے اس کی مثال یہ ہوسکتی ہے: "غضبتَ من غير ما جرم" (تم بغیر کسی جرم کے ناراض ہوگیے) یا مثلاً "جئتَ لأمر مّا" (تم کسی کام سے ہی آئے ہو)، "ما" کو ان مثالوں میں صرف اور صرف تاکید کے لیے لایا گیا ہے، اور یہی جملہ کی بلاغت ہے۔

- "لا" بھی کبھی کبھی کلام میں صرف تاکید کے لیے بڑھایا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿لئلا يعلم أهل الكتاب ألا يقدرون على شئي من فضل الله﴾ (الحديد: 29) (تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں)، اسی طرح دوسری مثال میں ہے: ﴿لا أقسم بيوم القيامة﴾ (القيامة: 1) (میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں)، ان دونوں مثالوں میں "لا" زائدہ ہے، کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

- "باء" بھی کلام میں تاکید کے لیے آتا ہے، اور اکثر خبر میں "ليس" اور "ما" کے بعد آتا ہے، جب یہ نفی کے لیے ہوں، اور اس وقت اس کا اضافہ مابعد کی نفی کو اور مؤکد کرنے کے لے ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وما الله بغافل عما تعملون﴾ (البقرة: 74)، اسی طرح ﴿فذكر إنما أنت مذكر﴾ (الغاشية: 21) تو "باء" کا اضافہ ان تمام مثالوں میں نفی کے معنی کو مؤکد کرنے کے لیے ہوا ہے۔

- "مِن" بھی کبھی کبھی کلام میں صرف تاکید کے لیے داخل کیا جاتا ہے، جیسے: "ما جاء نا من أحد" (ہمارے پاس کوئی بھی نہیں آیا)، یہ جملہ "ماجاء نا أحد" بھی ہوسکتا تھا؛ لیکن تاکید اس درجہ کی نہیں ہوتی جس طرح "من" داخل کرنے سے ہوئی، اور "من" زائدہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے مندرجہ ذیل میں سے کسی اداۃ کا استعمال ہوا ہو:

(1) نفی: جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وما تسقط من ورقة إلا يعلمها﴾ (الأنعام: 59) (کوئی پتہ بھی نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے)، اسی طرح ﴿ماترى في خلق الرحمن من تفاوت﴾ (الملک: 3) (تم خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھو گے)۔

(2) یا نہی جیسے: "لا تهمل من غذاء عقلک" (اپنی عقل کو غذا دینے میں غفلت مت کرو)۔

(3) یا "هل" کے ذریعہ استفہام جیسے: ﴿هل ترى من فطور﴾ (الملک: 3) (کیا تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟)، یا "هل من عالم بينكم؟" (تمہارے درمیان کوئی عالم بھی ہے؟)۔

ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ "من" جو اپنے مابعد کے عموم کی تاکید کے لیے آتا ہے خواہ وہ نفی ہو یا نہی ہو یا استفہام، اس کے بعد آنے والا اسم یا تو فاعل ہوگا یا مفعول یا مبتدا، جیسا کہ آپ نے ان مثالوں میں دیکھا۔

12- حروف تنبیہ: "ألا" اور "أما"، بھی جو اصلا تنبیہ کرنے کے لیے یعنی مخاطب کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے لیے آتے ہیں ان سے بھی جملوں میں تاکید پیدا ہوتی ہے، جیسے: ﴿ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (يونس: 62) (یاد رکھو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ انہیں کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے)، اور "أما" اکثر قسم سے پہلے آتا ہے: جیسے: "أما والله لقد نجح الكسول بعد تقصيره" (سن لو کہ بخدا کاہل اپنی کوتاہی کے بعد بھی کامیاب ہوگیا)۔

معلومات کی جانچ

1- خبر کی کم از کم آٹھ مؤکدات مثالوں کے ساتھ بتائیں۔

2- حروف زائدہ کیا ہیں؟ مثالوں سے سمجھائیں۔

3- حروف تنبیہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ تحریر کیجئے۔

2.9 مخاطب کی حالت کے برعکس گفتگو

آپ نے پڑھا ہے کہ خالی الذہن آدمی کے لیے خبر تاکید کے بغیر پیش کی جاتی ہے، اور جس کو شک ہو اس کو تاکید کے ساتھ بتانا بہتر ہوتا ہے، اور جو انکار کرنے والا ہو اس کو تاکید کے ساتھ بتانا ضروری ہے۔

لیکن کبھی خبر بہ ظاہر ان تقاضوں کے برخلاف آتی ہے اور اس کی کچھ وجوہات ہوتی ہیں جو متکلم کے ذہن میں ہوتی ہیں، اسی کو علم المعانی میں "**خروج الخبر عن مقتضى الظاهر**" کہتے ہیں، ان میں چند درج ذیل ہیں:

(الف): یہ کہ خالی الذہن شخص کو ایک سوال کرنے والے اور غیر یقینی کیفیت سے دوچار شخص کے درجہ میں رکھا جائے اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ اس سے پہلے کوئی ایسی بات آئی ہو جو خبر کے حکم کی طرف اشارہ کر رہی ہو۔

(ب) جو شخص انکاری نہ ہو اس کو بھی منکر کے درجہ میں اس لیے رکھا گیا ہو چوں کہ اس پر انکار کی کچھ علامتیں ظاہر ہو رہی ہوں۔

(ج) منکر کو غیر منکر کے حکم میں رکھ دیا جائے، اگر اس کے سامنے ایسے دلائل وشواہد واضح طور پر موجود ہوں کہ اگر وہ ان میں غور کرے تو اپنے انکار سے باز آجائے۔

یعنی اب تک جو تفصیلات آپ نے پڑھیں ان سے معلوم ہوا کہ مخاطب کے حسب حال کلام کیا جائے تو یہ موقع ومحل کے مطابق ہوگا؛ لیکن کبھی کبھی بہ ظاہر ان طریقوں کے خلاف کلام کیا جاتا ہے، تاہم یہ بھی حقیقت میں موقع ومحل کے مطابق ہی ہوتا ہے، مثلاً: مخاطب ابتدائی حالت میں ہے، اور خبر سے بالکل ناآشنا ہے، تو طریقہ یہ ہے کہ بغیر تاکید کے کلام کیا جائے؛ لیکن اس کے سامنے کوئی ایسی بات آئی ہو جس سے اصل خبر کی طرف اشارہ ہوتا ہو، تو وہ زبان سے تو اس خبر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہا ہے؛ مگر اس کی حالت بتا رہی ہے کہ وہ تردد میں ہے، اور اسے معلوم کرنا چاہتا ہے، تو اس وقت بہتر ہے کہ زور دے کر کلام کیا جائے، جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**ولا تخاطبني في الذين ظلموا إنهم مغرقون**﴾ (**هود: 37**) (اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا، کیوں کہ وہ ضرور غرق کر دیے جائیں گے)۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کو پہلے کشتی بنانے کا حکم دیا گیا اور پھر ظالمین (کافرین) کے بارے میں شفاعت کرنے سے منع کر دیا گیا، تو حضرت نوح زبان قال سے تو ان کے انجام کے بارے میں کچھ نہیں پوچھ رہے ہیں؛ مگر انہیں تردد ہے اور زبان حال سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اللہ پاک نے ان سب کو غرق کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ لہذا تاکید کے ساتھ جواب دیا گیا: "**إنهم مغرقون**"۔

اسی طرح مخاطب کبھی زبان سے خبر کا انکار نہیں کرتا ہے، لہذا طریقہ یہ ہے کہ تاکید نہیں لانا چاہیے؛ مگر اس کی حالت بتا رہی ہے کہ گویا وہ

انکار کررہا ہے،اس لیے تاکید لانا ضروری ہوا، جیسے: ”بے شک والدین کی فرماں برداری ضروری ہے“۔اس شخص سے کہیں جو زبان سے تو اطاعت والدین کا انکار نہیں کرتا؛مگر عملاً ان کی نافرمانی کررہا ہے۔اور جیسے قرآن پاک میں ہے:﴿ثم إنكم بعد ذلك لميتون﴾(المؤمنون: 15) (پھر یقیناً اس کے بعد تم مرجانے والے ہو)۔

یعنی مخاطب زبان سے تو موت کا انکار نہیں کررہے ہیں مگر موت سے ان کی غفلت،انکار کی علامت ہے،اس لیے تاکید کے ساتھ کلام کیا گیا۔

اور کبھی مخاطب خبر کا انکار کرتا ہے،لہذا طریقہ یہ ہے کہ تاکید کے ساتھ کلام کیا جائے؛مگر چوں کہ اس خبر سے متعلق ایسے دلائل موجود ہیں کہ اگر وہ ان میں غور کرے تو اپنے انکار سے پھر جائے اس لیے اس کے سامنے بغیر تاکید کے کلام کیا جائے گا،مثلاً: ”علم حاصل کرنا مفید ہے“۔ایسے شخص سے کہیں جو اس کا انکار کرتا ہے،تو چوں کہ اس کے ایسے کھلے دلائل موجود ہیں کہ وہ ان میں غور کرے تو اپنے انکار سے پھر جائے،اس لیے بغیر تاکید کے کہا گیا،اور جیسے قرآن پاک میں ہے:﴿وإلهكم إله واحد﴾(البقرة:163) (اور تمہارا معبود واحد ہے)۔

یعنی مخاطب معبود واحد کے منکر ہیں؛مگر چوں کہ اس کے ایسے کھلے دلائل موجود ہیں کہ اگر ان میں غور کیا جائے تو انکار سے باز آیا جاسکتا ہے،اس لیے بغیر تاکید کے کلام کیا گیا۔

معلومات کی جانچ

1- ”خروج الخبر عن مقتضى الظاهر “ کسے کہتے ہیں؟

2- مخاطب کی حالت کے برعکس گفتگو کرنے کی اہم وجوہات کا ذکر کریں۔

2.10 خلاصہ

ہر کلام یا تو خبر ہوگا یا انشاء،اور خبر وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اس کلام میں سچا ہے یا جھوٹا ہے،جیسے:ذهب حامد (حامد گیا)اور خالد مسافر (خالد سفر پر ہے)،اور انشاء وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہ ہو کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ،جیسے: "سافِر يا خالد" (اے خالد سفر کرو) یا "اذهب يا حامد"(اے حامد جاؤ)۔

خبر وہ ہے جس کے قائل کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اپنی خبر میں سچا ہے یا جھوٹا ہے،اگر کلام واقعہ کے مطابق ہو تو اس کے قائل کو سچا اور اگر واقعہ کے خلاف ہو تو اس کے قائل کو جھوٹا کہا جائے گا جیسے:الأرض تدور حول الشمس (زمین سورج کے ارد گرد گردش کرتی ہے)،جمہور کے نزدیک صدق خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ خبر واقعہ کے مطابق ہو،اور کذب خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ واقعہ کے مطابق نہ ہو،جیسے الولد قائم (لڑکا کھڑا ہے)، اگر واقع میں لڑکا کھڑا ہے تو یہ صدق خبر ہے،اور اگر واقع میں ایسا نہیں ہے تو یہ کذب خبر ہے۔نظّام اور جاحظ کی رائیں اس کے برعکس ہیں۔خبر کے ہر جملہ میں دو رکن ہوتے ہیں:

(1) محکوم علیہ،اور اسے ”مسند الیہ“ بھی کہتے ہیں۔

(2)محکوم بہ،جسے ”مسند“ بھی کہتے ہیں۔

چنانچہ جب ہم کہتے ہیں: "**سافر صديق**" (صدیق نے سفر کیا) اور "**الناجح مسرور**" (کامیاب ہونے والا خوش ہے) تو پہلے جملہ میں جس کی طرف سفر کی نسبت کی گئی ہے وہ صدیق ہے، اور صدیق کے بارے میں جو حکم لگایا گیا ہے یا اس کی طرف جس بات کی نسبت کی گئی ہے وہ سفر کرنے کا عمل ہے، تو صدیق "محکوم علیہ" یا "مسند الیہ" کہلائے گا، اور سافر "محکوم بہ یا مسند" ہوگا۔

بنیادی طور پر خبر کے دو مقاصد ہوتے ہیں:

1- مخاطب کو اس حکم سے واقف کرانا جو جملہ یا عبارت میں پوشیدہ ہے، اور اس حکم کو "**فائدة الخبر**" (خبر کا فائدہ) کہتے ہیں۔

2- مخاطب کو اس بات سے واقف کرانا کہ متکلم حکم سے واقف ہے، اور اس کو "**لازم الفائدة**" (فائدہ کا لازمی جزو) کہتے ہیں۔

بسا اوقات خبر ان دو مقاصد کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے بھی لائی جاتی ہے، اور یہ بات سیاق وسباق سے معلوم ہوتی ہے، ان میں سے چند مقاصد یہ ہیں: 1-**الاسترحام** (خبر کے ذریعہ اشارۃً رحم کی درخواست) 2-**إظهار الضعف** (کمزوری اور عاجزی کا اظہار) 3-**إظهار التحسر** (افسوس کا اظہار) 4-**الفخر** (فخر ومباہات) 5-**الحث على السعي و الجدّ** (کوشش اور محنت پر آمادہ کرنا)۔

خبر کے حکم یعنی مضمون کے اعتبار سے مخاطب کی تین قسمیں ہیں: 1- ایک تو یہ کہ مخاطب بالکل خالی الذہن ہو، اور اس صورت میں خبر سادہ انداز سے بغیر کسی تاکید کے دے دی جاتی ہے، خبر کی اس قسم کو "ابتدائی" کہتے ہیں۔ 2- دوسری صورت یہ ہے کہ مخاطب کو خبر کے حکم یعنی مضمون کے بارے میں شک ہو، اور اس سلسلہ میں وہ یقین کی کیفیت چاہتا ہے، اس وقت متکلم کے لیے بہتر ہوتا ہے کہ وہ تاکید کے ساتھ اپنی بات کہے تاکہ مخاطب کو قائل کر سکے اور یقین شک کی جگہ لے سکے، خبر کی اس قسم کو "طلبی" کہتے ہیں۔ 3- تیسری صورت یہ ہے کہ مخاطب خبر کے حکم یا مضمون کا صاف انکار کرنے والا ہو، اس حالت میں متکلم کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مخاطب کو قائل کرنے کی کوشش کرے اور جس درجہ کا انکار ہوگا اسی درجہ تاکید بڑھتی جائے گی، اور خبر کی اس قسم کو "انکاری" کہتے ہیں۔

وہ ادوات جن سے خبر کو مؤکد کیا جاتا ہے بہت سے ہیں، ان میں سے مشہور اور زیادہ استعمال ہونے والے یہ ہیں: إنّ، لام ابتداء، أمّا الشرطية، سين، قد، إنّما، ضمیر فصل، قسم، نون تاکید ثقیلہ، نون تاکید خفیفہ، نفی کی تکرار، حروف زائدہ، حروف تنبیہ۔

کبھی خبر بہ ظاہر ان تقاضوں کے برخلاف آتی ہے جن کا مقاصد کی بحث میں ذکر آیا اور اس کی کچھ وجوہات ہوتی ہیں جو متکلم کے ذہن میں ہوتی ہیں، اسی کو علم المعانی میں "**خروج الخبر عن مقتضى الظاهر**" کہتے ہیں، ان میں چند یہ ہیں: (الف) خالی الذہن شخص کو ایک سوال کرنے والے اور غیر یقینی کیفیت سے دوچار شخص کے درجہ میں رکھا جائے اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ اس سے پہلے کوئی ایسی بات آئی ہو جو خبر کے حکم کی طرف اشارہ کر رہی ہو۔ (ب) جو شخص انکاری نہ ہو اس کو بھی منکر کے درجہ میں اس لیے رکھا گیا ہو چوں کہ اس پر انکار کی کچھ علامتیں ظاہر ہو رہی ہوں۔ (ج) منکر کو غیر منکر کے حکم میں رکھ دیا جائے اگر اس کے سامنے ایسے دلائل وشواہد واضح طور پر موجود ہوں کہ اگر وہ ان میں غور کرے تو اپنے انکار سے باز آجائے۔

2.11 نمونے کے امتحانی سوالات

درج ذیل سوالات کے جواب تیس تیس سطروں میں لکھیے:

1- خبراور انشاء میں فرق بیان کرتے ہوئے خبر کی تعریف پیش کریں، نیز صدق خبر اور کذب خبر کے سلسلہ میں جو تفصیلات ہیں وہ ذکر کریں۔

2- مؤکدات خبر یا ادوات خبر پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

3- خبر کی اقسام پر مفصل گفتگو کریں۔

حسب ذیل سوالات کے جواب پندرہ سطروں میں لکھئے:

1- خبر کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟ جائزہ لیجئے۔

2- جملہ کے کتنے ارکان ہوتے ہیں؟ اور ان میں جملہ اسمیہ اور فعلیہ کے اعتبار سے کیا قسمیں ہوتی ہیں؟ روشنی ڈالئے۔

3- "خروج الخبر عن مقتضى الظاهر" کا کیا مطلب ہے؟ بحث کیجئے۔

2.12 سفارش کردہ کتابیں

1- مختصر المعاني — سعدالدین تفتازانی

2- علم المعاني — عبدالعزیز عتیق

3- البلاغة فنونها وأفنانها (علم المعاني) — فضل حسن عباس

4- دروس البلاغة — مشترکہ تصنیف: حفنی ناصف، محمد دیاب، سلطان محمد، مصطفیٰ طمّوم

5- البلاغة الواضحة — مشترکہ تصنیف: علی الجارم و مصطفیٰ امین